روزنامہ
1913ء سے جاری شدہ
FR-10
الفضل
The ALFAZL Daily
ٹیلی فون نمبر 047-6213029
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org
ہفتہ 3 جنوری 2015ء 11 ربیع الاول 1436 ہجری 3 صلح 1394 ہش جلد 65-100 نمبر 3

اللہ پر توکل کرو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کر اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔ (احزاب:49)

پس کافروں کی پیروی نہ کر اور اس (قرآن) کے ذریعہ ان سے ایک بڑا جہاد کر۔ (الفرقان:53)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم نے ان لوگوں کی اطاعت کی جو کافر ہوئے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے۔ پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے لوٹو گے۔

(آل عمران:150)

اخلاق عالیہ صحابہ کرامؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

امانت و دیانت اور قناعت حضرت علیؓ کا شیوہ تھا حضرت عائشہؓ آپ کے بارے میں فرماتی تھیں کہ وہ بہت روزے رکھنے والے اور عبادت گزار تھے۔

(ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمه)

زبیرؓ بن سعید قریشی کہتے ہیں کہ میں نے کسی ہاشمی کو آپؓ سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔ (مستدرك حاكم جلد 3 صفحه 108)

خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ ایک طرف تواضع میں کمال حاصل تھا تو دوسری طرف شجاعت میں انتہا تھی۔ میدان جنگ میں شجاعت اور دشمن کے ساتھ حسن سلوک میں بھی مردانگی کی ایک شان تھی۔ اپنے قاتل ابن ملجم کے بارہ میں بھی فرمایا کہ اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور اچھا بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو خود اس کی معافی یا سزا کا فیصلہ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اسے میرے ساتھ ملا دینا مگر اس کے ناک کان نہ کاٹنا۔

امیر معاویہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس سے معاف فرمائیں۔ انہوں نے کہا تمہیں یہ بیان کرنے ہوں گے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر آپ ضرور سننا ہی چاہتے ہیں تو پھر سنیں کہ

’’خدا کی قسم وہ بلند حوصلہ اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل سے فیصلہ کرتے تھے ان کی جانب سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا اور حکمت ان کے اطراف سے ٹپکتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی رونقوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کی تنہائی سے انس رکھتے تھے۔ وہ بہت رونے والے، لمبا غور و فکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا سادہ کھانا پسند تھا۔ وہ ہم میں ہماری طرح رہتے تھے۔ ہم سوال کرتے تو وہ ہمیں جواب دیتے اور جب ہم کسی خبر کی بابت دریافت کرتے تو ہمیں بتاتے اور خدا کی قسم ہم ان کے ساتھ محبت و قرب کے تعلق کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے بات کرنے سے رکتے تھے۔ وہ دین دار لوگوں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو اپنے پاس جگہ دیتے تھے۔ طاقتور کو اس کے باطل موقف میں طمع کا موقع نہ دیتے اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا اور خدا کی قسم! میں نے انہیں بعض مقامات پر دیکھا جبکہ رات ڈھل چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے وہ اپنی داڑھی کو پکڑے ایسے مضطرب ہیں جیسے وہ شخص جسے سانپ کاٹ جائے اور وہ غمگین انسان کے رونے کی طرح روتے اور کہتے تھے اے دنیا! تو میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے۔ تجھ پر افسوس صد افسوس۔ میں تو تمہیں تین طلاقیں دے چکا ہوں جو واپس نہیں ہوسکتیں پس تمہاری عمر بہت محدود ہے اور تمہارا مقصد بہت حقیر ہے۔ آہ! زادِ راہ کتنی کم اور سفر کتنا لمبا ہے اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ رو پڑے اور کہا اللہ ابوالحسن پر رحم کرے خدا کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار! تمہارا غم ان کی وفات پر کیسا ہے؟ ضرار نے کہا اس ماں کی مامتا کا غم جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔‘‘ (استيعاب جلد 3 صفحه 209)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’حضرت علیؓ پاکباز اور متقی انسان تھے اور رحمان خدا کے محبوب بندوں میں سے تھے اور خدائے غالب کے شیر تھے۔ آپ وہ بے مثال بہادر تھے میدان جنگ میں خواہ دشمنوں کی فوج سے مقابلہ ہو اپنے مرکز سے کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ کئی معرکہ ہائے جنگ میں اپنی شجاعت کے حیرت انگیز جوہر دکھائے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ شیریں بیان اور مخلص انسان تھے۔ الغرض ہر ایک خوبی میں اور فصاحت و بلاغت میں کوئی آپ کا نظیر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے تھے۔ علوم قرآنی میں آپ کو ایک سبقت حاصل تھی اور قرآنی نکات کے ادراک کا ایک خاص فہم آپ کو حاصل تھا...... اور مجھے علیؓ اور اُن کے دونوں صاحبزادوں سے محبت ہے اور جوان سے دشمنی کرتے ہیں میں ان کا دشمن ہوں۔‘‘

(سرالخلافه روحانی خزائن جلد 8 صفحه 358، 359 (ترجمه از عربی)

یتیم کی کفالت ایک اہم فرض

حضرت مسیح موعود کی بعثت کے وقت سے خدمت خلق کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب یتامیٰ کی پرورش اور خبرگیری کیلئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یتامیٰ کے کھانے کیلئے ہوسٹل میں آٹا ختم ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے تو فوری طور پر باوجود شدید علالت کے تانگہ منگوایا اور مخیّر دوستوں کو تحریک کر کے آٹے کا بندوبست کیا۔

اس کے بعد خلفاء احمدیت کی ہدایات اور راہنمائی میں یہ نظام چلتا رہا حتیٰ کہ مارچ 1989ء میں صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے باقاعدہ طور پر کفالت یکصد یتامیٰ کے نام سے اس تحریک کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ اس مبارک اور تاریخی موقع پر شکرانہ کے طور پر جماعت احمدیہ ایک سو یتامیٰ کی کفالت کا ذمہ اٹھانے کا عہد کرتی ہے۔ چنانچہ یتامیٰ کی خدمات کے سائے بڑھتے بڑھتے آج قریباً 500 فیملیز کے 2 ہزار 7 صد یتامیٰ زیر کفالت ہیں۔

یتامیٰ کی کفالت اور پرورش میں 1۔ خورونوش 2۔ تعلیمی اخراجات 3۔ بچیوں کی شادی کے اخراجات 4۔ علاج معالجہ اور مکان کی تعمیر و مرمت اور کرایہ کے اخراجات شامل ہیں۔ جس پر کل 20 لاکھ روپے ماہوار اخراجات ہو رہے ہیں اور آمد انتہائی کم ہے۔ اس کے باعث دفتر ہذا کو مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک یتیم کی کفالت پر ایک ہزار تا تین ہزار روپے ماہوار اخراجات ہوتے ہیں۔

تمام احباب جماعت سے عموماً اور مخیّر حضرات مخلصین سے خصوصاً التماس ہے کہ اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر شرکت فرما کر ممنون فرمائیں اور ہمارے پیارے آقا ﷺ کی اس پیاری حدیث کا مصداق بنیں۔ جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی بہترین توفیق دے۔ آمین

(سیکرٹری کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ دارالضیافت ربوہ)

باہمی اتحاد و اخوت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ......۔

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رُعب جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (الانفال:47)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے (یوں بنا کر) بتایا کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیك الاصابع فی المسجد)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اُس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں اُس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اُس کے لیے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ مَیں اُس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اُس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اُس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ مَیں اُس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بَرجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اُس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مَشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ **خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے** اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے''۔

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ مؤاخات میں ایک دوسرے کے لئے نمونہ بن جائیں اور مؤاخات کا اعلیٰ ترین نمونہ ہمارے سامنے کیا ہے؟ وہ نمونہ ہے انصارِ مدینہ اور مہاجرین کا نمونہ۔ ایسا اعلیٰ نمونہ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کی تعریف فرمائی ہے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کی تکلیفوں کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جب انہوں نے سچائی کو اختیار کیا تو اُن کے ہر عمل سے سچائی ظاہر ہونے لگی۔ اُن کی عاجزی، محبت اور سچائی نے پھر وہ نمونے دکھائے کہ ایک دنیا اُن کی طرف کھنچی چلی آئی۔ پس اگر دنیا کو اپنی طرف کھینچنا ہے تو ہر طرح کے تکبر، نخوت اور بدظنی کو دُور کرتے ہوئے ایک دوسرے کے جذبات، احساسات اور ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔'' (خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 246)

علمی نکتہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ 7 ستمبر 2001ء میں سورۃ الرعد کی آیت 12 کی تلاوت کی اور ترجمہ کے بعد وضاحت فرمائی۔

فرمایا:۔

اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے چلنے والے محافظ مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہاں یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ہے (یحفظونہ من امر اللّٰہ) تو مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر درس کے دوران یہ بتایا کہ اس کا ایک مطلب ہے جو اس سے پہلے روشن نہیں ہوا۔ مـن امـر الـلّٰـہ کی بجائے عربی محاورہ ہونا چاہئے بـامـر الـلّٰـہ۔ اللہ کی حفاظت کے لئے ہمیشہ بامر اللّٰہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ من امر اللّٰہ اس وقت استعمال ہوسکتا ہے جب اس کے دونوں معنے بیک وقت لئے جائیں کہ اللہ کی تقدیر سے، اللہ کے اذن کے ساتھ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مجھے یاد ہے درس کے دوران اچانک میری جس طرح نظر بند ہو جاتی ہے اس موقع پر بے اختیار یہی مضمون میرے سامنے آیا اور جب میں نے اس کی گہرائی پہ غور کیا تو دیکھا واقعتہً اللہ کے حکم سے اللہ ہی بچا سکتا ہے، اللہ کے حکم سے کوئی اور نہیں بچا سکتا۔

(روزنامہ الفضل 13 نومبر 2001ء)

قبولیت دعا کا نشان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خلافت کے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا کا نشان مانگا اور اپنی خلافت کے پہلے جلسہ پر جماعت کے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو! میرا ذرہ ذرہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔ آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔ تاریخ کے اوراق آپ کے نام عزت کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبہ (حق) کے لئے جو تحریک اور جو جدوجہد حضرت مسیح موعود نے شروع کی تھی اور جسے حضرت مصلح موعود نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سکھ کو قربان کر کے اکناف عالم تک پھیلایا ہے آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں گے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کی تسکین قلب کے لئے، آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے، اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔''

نیز فرمایا:۔

''اب میں کچھ اپنے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ میں بغیر کسی جھجک کے اور بغیر کسی تکلف کے اپنے خدا کے حضور یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ میں قرآن شریف کے متبعین کے متعلق یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ تذلل، نیستی اور انکساری کو پسند کرتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت تذلل، مفلسی اور ناداری اور پرتقصیری کو سمجھتے ہیں۔

میں جب اپنے آپ پر غور کرتا ہوں تو اپنے آپ کو اس مقام سے بھی کہیں نیچے پاتا ہوں کیونکہ حضور نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان کے کچھ کمالات بھی بیان کئے ہیں لیکن میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا اور حیران ہوں کے میں کن الفاظ میں اپنا ذکر کروں۔ میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں کہ جب حضرت مسیح موعود جیسا وجود اپنے خدا کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

تو میرے جیسا انسان کن الفاظ میں اپنے آپ کو اپنے خدا کے سامنے پیش کرے۔ لیکن میں اس تمام نیستی اور تذلل کے باوجود جو میں اپنے نفس میں پاتا ہوں اور یہ سمجھنے کے باوجود کہ میں تو محض لاشئے ہوں پھر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر مجھے کھڑا کیا ہے اس کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لے رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک وہ مجھے زندہ رکھنا چاہے گا اس قادر توانا کا قوی ہاتھ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے ہاتھ سے وہ جماعت کو جس طرف بھی لے جائے گا انشاء اللہ اس میں ضرور کامیابی ہوگی، اس لئے نہیں کہ میرے اندر کوئی خوبی ہے بلکہ اس لئے کہ اسی قادر و توانا کے ہاتھ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کا وعدہ ہے کہ وہ مجھے کامیابی عطا فرمائے گا۔''

(خطاب جلسہ سالانہ 1965ء)

دانش ہے خودی کا کارخانہ

گو میرا رباب ہے پرانا
گاتا ہوں میں وقت کا ترانا
کہتا نہیں میں سنی سنائی
جھوٹا نہیں یہ کوئی فسانہ
یہ تجربہ ہے مشاہدہ ہے
یہ قیاس نہیں ہے فلسفیانہ
ہم نے بھی سنی ہے ایک آواز
اپنا بھی یقیں ہے والہانہ
بت اس نے گھڑے ہیں کیا کیا تنویرؔ
دانش ہے خودی کا کارخانہ

روشن دین تنویرؔ

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی

نواب صدیق حسن خان اور حضرت مسیح موعود کی دعا

جب حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا آغاز فرمایا تو اس کی طباعت کے لئے مالی اعانت درکار تھی۔ اس غرض کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود نے مختلف امراء اور رؤساء کو خطوط لکھے اور ان میں سے اکثر نے سرد مہری کا رویہ دکھایا۔ جن لوگوں کو خطوط لکھے گئے تھے ان میں سے ایک بھوپال کے نواب صدیق حسن خان صاحب بھی تھے۔ پہلے تو ان کی طرف سے یہ جواب آیا کہ کتاب شائع ہونے پر اس کے پندرہ بیس نسخے خرید لئے جائیں گے۔ لیکن جب 1883ء میں کتاب ان کو بھجوائی گئی تو انہوں نے کتاب چاک کر کے اس جواب کے ساتھ بھجوا دی، ''دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا انہیں کچھ مدد دینا خلاف منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں''۔

حضرت مسیح موعود کے خادم حافظ حامد علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کتاب واپس آئی تو اس وقت حضرت مسیح موعود اپنے مکان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کہ کتاب کو خراب کر کے واپس کیا گیا ہے آپ کا چہرہ مبارک متغیر اور غصہ سے سرخ ہو گیا۔ عمر بھر حضور کو ایسے غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا گیا۔ اس حالت میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے، ''اچھا تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لو''۔

یہ واقعہ 1883ء کا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ جلد چہارم میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لئے لکھا تھا۔ سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں کہ جس کے لئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا۔ مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے اور پھر دوبارہ یاد دہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کو خریدنا یا ان میں مدد دینا خلاف منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے بلکہ امید گاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے''۔ (روحانی خزائن جلد 1 ص 320)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:

''......لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کے ماتحت سب منافق ہی ہوں کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے......''۔

جیسا کہ ہم بیان کریں گے کہ جس گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے نواب صدیق حسن خان صاحب نے "براہین احمدیہ'' کو چاک کر کے بھیجا تھا، وہ اسی گورنمنٹ کے زیر عتاب آ گئے اور ان سے ''نواب'' کا لقب بھی چھین لیا گیا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

''...... اور نواب ہونے سے معطل اور بڑی انکسار سے میری طرف خط لکھا کہ میں ان کے لئے دعا کروں تب میں نے اس کو قابل رحم سمجھ کر اس کے لئے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی۔ میں نے یہ اطلاع بذریعہ خط ان کو دیدی اور کئی اور لوگوں کو بھی جو اُن دنوں میں مخالف تھے یہی اطلاع دی۔ چنانچہ منجملہ ان کے حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر حال پنشنر ساکن امرتسر اور مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں۔ آخر کچھ مدت کے بعد ان کی نسبت گورنمنٹ کا حکم آ گیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب قائم رہے گا''۔ (روحانی خزائن جلد 22 ص 470)

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں حضرت اقدس مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:

''نواب صدیق حسن خان پر جو یہ ابتلا پیش آیا وہ بھی میری ایک پیشگوئی کا نتیجہ ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے انہوں نے میری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کر کے واپس بھیج دیا تھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ ان کی عزت چاک کر دی جائے سو ایسا ہی ظہور میں آیا''۔

اس مضمون میں ہم جائزہ لیں گے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کون تھے۔ وہ بھوپال کے حکمران خاندان میں کس طرح شامل ہوئے؟ جب انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کو چاک کر کے واپس کیا تو اس کا پس منظر کیا تھا؟ پھر حضرت مسیح موعود کی دعا کے نتیجہ میں وہ کن مشکلات میں مبتلاء ہوئے اور اس سارے قصہ کا انجام کیا ہوا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب کا پس منظر

سید صدیق حسن صاحب کے آباؤ اجداد شیعہ تھے اور بخارا سے برصغیر آئے تھے۔ ان کے دادا تک خاندان کے پاس کچھ جائیداد تھی جس سے گزر اوقات معقول طریق پر ہو جاتی تھی۔ ان کے والد سید اولاد حسن بھی عالم تھے لیکن انہوں نے شیعہ مسلک ترک کیا اور سید ولی اللہ شاہ صاحب اور سید احمد شہید کے پیروکار بن گئے اور اسی بناء پر انہوں نے والد کے ترکہ سے حصہ نہیں لیا۔ اس پس منظر میں صدیق حسن خان صاحب 14/اکتوبر 1832ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابھی صدیق حسن صاحب 5 سال کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ان کے گھرانے کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اپنے والد کے دوستوں کی مدد سے تعلیم حاصل کی اور 22 سال کی عمر میں عطر فروخت کرتے ہوئے بھوپال آئے۔ یہاں پر انہیں ایک مدرسہ میں پڑھانے کی ملازمت مل گئی اور اس کے ساتھ انہوں نے ایک مسجد میں وعظ بھی دینا شروع کیا۔ 1857ء میں انہیں بھوپال سے ریاست بدر کر دیا گیا۔ ان کے مداح کہتے ایک حنفی مسلک کے مولوی صاحب سے لڑائی کی وجہ سے یہ سزا دی گئی تھی اور ان پر تنقید کرنے والے کہتے ہیں کہ اس وقت بھوپال کی فرمانروا سکندر بیگم نے ان کی جاہ طلب شخصیت کی وجہ سے انہیں یہ سزا دی تھی۔

بہرحال اس مرحلہ پر بھوپال کے وزیر اعظم منشی جمال الدین صاحب نے سفارش کر کے سکندر بیگم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ صدیق حسن خان صاحب کو بھوپال واپس آنے کی اجازت دے دیں۔ جمال الدین صاحب نے صدیق حسن خان صاحب کو اپنے دفتر میں ملازمت پر رکھ لیا۔ 1860ء میں صدیق حسن خان صاحب نے جمال الدین صاحب کی بڑی دختر ذکیہ سے جو کہ بیوہ ہو چکی تھیں شادی کر لی۔ ذکیہ عمر میں صدیق حسن خان صاحب سے 11 سال بڑی تھیں۔ اس شادی سے تین بچے بھی ہوئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جمال الدین صاحب ایک نہایت فرض شناس افسر اور نیک دل انسان تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول جب تعلیم کے سلسلہ میں بھوپال تشریف لے گئے تو آپ کا قیام جمال الدین صاحب کے ہاں رہا اور جمال الدین صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے گہری محبت کا تعلق تھا۔

(ملاحظہ کیجئے ''حیات نور'' مصنفہ عبدالقادر صاحب ص 40-46)

بھوپال میں ملازمت کا آغاز اور شاہجہاں بیگم سے شادی

بھوپال کی حکمران سکندر بیگم صاحبہ نے صدیق حسن خان صاحب کے سپرد بھوپال کی تاریخ لکھنے کا کام بھی کیا۔ اس دوران صدیق حسن خان صاحب کے سپرد یہ کام بھی کیا گیا کہ وہ تخت کی وارث شاہجہاں بیگم کو پڑھائیں۔ شاہجہاں بیگم بھوپال کی حکمران سکندر بیگم کی واحد اولاد تھیں۔ جب 1868ء میں سکندر بیگم کا انتقال ہو گیا تو شاہجہاں بیگم کو بھوپال کا حکمران بنا دیا گیا۔ اس سلسلہ میں جو دربار منعقد ہوا، اس میں وائسرائے ہند کے نمائندے Colonel Meade بھی شامل تھے۔ اس موقع پر شاہجہان بیگم نے اپنی تقریر میں خدا اور برطانوی حکومت کا شکریہ بھی ادا کیا۔ شاہجہان بیگم کے برسر اقتدار آنے کے بعد صدیق حسن خان صاحب کے اثر و رسوخ میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ شاہجہان بیگم کے پہلے خاوند کا انتقال ہو چکا تھا اور اس شادی سے ان کی ایک بیٹی سلطان جہاں بیگم بھی تھی۔ مئی 1871ء میں شاہجہان بیگم اور صدیق حسن خان صاحب کی شادی ہو گئی۔ اس شادی کے متعلق دو مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جو کہ شاہجہاں بیگم نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں بیان کی ہے کہ جب ملکہ وکٹوریہ کے دوسرے بیٹے، ڈیوک آف ایڈنبرا ہندوستان آئے تو اس موقع پر وہ کلکتہ گئیں۔ اس وقت ان کے مطابق بھوپال میں برطانوی ایجنٹ کرنل تھامپسن (Thompson) نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اب دوسری شادی کر لیں۔ تا کہ ان کے خاوند امور حکومت میں ان کی مدد کریں اور وسطی ہندوستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ Colonel John Meade نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا۔ شاہجہاں بیگم نے اس بارے اجازت کے لئے باقاعدہ گورنر جنرل ہندوستان کو خط لکھا۔ 8 مئی 1871ء کو سرکاری طور پر جواب موصول ہو گیا کہ گورنر جنرل کو اُن کی دوسری شادی پر خوشی ہو گی۔ وہ اپنی ریاست کے اعلیٰ عہدیداروں کے مشورے سے مناسب رفیق حیات کا انتخاب کر سکتی ہیں۔ چنانچہ اسی ماہ میں انہوں نے صدیق حسن خان صاحب کا انتخاب کیا اور ان کی شادی ہو گئی۔ اس وقت صدیق حسن خان صاحب کی پہلی بیوی بھی زندہ تھیں۔

ظاہر ہے کہ شادی کے بعد فوراً بعد بھوپال ریاست میں صدیق حسن خان صاحب کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔ انہیں ریاست کے مدارالمہام (وزیر اعظم) کے بعد دوسرے درجہ کے وزیر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ شاہجہاں بیگم اپنی خودنوشت میں لکھتی ہیں کہ اس موقع پر صدیق حسن خان صاحب نے شکریہ ادا کرنے کے لئے دربار میں ایک تقریر بھی کی اور اس میں کہا کہ وہ شاہ جہاں بیگم کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ شاہجہاں بیگم نے جب مجھے میر منشی بنایا تو گویا مجھے گویا خاک سے آسمانوں پر لے گئیں اور پھر اپنی مہربانی سے مجھے ریاست کے دوسرے وزیر کا عہدہ دے کر میرے مرتبہ میں اضافہ کیا۔ اب میرے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل

کی گہرائیوں سے ان کے لئے شکرگزاری ظاہر کروں اور تمام عمران کی اور ان کی ریاست کے مفادات کی خدمت میں وقف رکھوں۔

صدیق حسن خان صاحب نواب کا خطاب حاصل کرتے ہیں

بہر حال وہ زمانہ اس قسم کے رکھ رکھاؤ کا تھا جس میں بھوپال کی حکمران کے خاوند کے لئے یہ عہدہ کافی نہیں تھا۔ چنانچہ ضروری تھا کہ صدیق حسن خان صاحب کے مرتبہ میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ شاہجہاں بیگم نے صدیق حسن خان صاحب کے مرتبہ میں اضافہ کے لئے پولیٹیکل ایجنٹ کی وساطت سے ہندوستان کے گورنر جنرل کو یہ درخواست بھجوائی کہ حکومت کی طرف سے ان کے پہلے خاوند کو جو مراعات حاصل تھیں، ان کے دوسرے خاوند کو بھی وہی مراعات حاصل ہونی ضروری ہیں اور وہ مراعات یہ تھیں۔ انہیں برطانوی حکومت کی طرف سے نواب کا خطاب دیا گیا تھا۔ انہیں گورنر جنرل کی طرف سے خلعت عطا کی گئی تھی۔ بھوپال کی ریاست کے اندر انہیں 17 توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ انگریز حکام انہیں ملنے آسکتے تھے اور ریاست کے اعمال انہیں نذر پیش کرتے تھے۔ بعض حکام ملاقات کے وقت ان کو ملنے کے لئے آگے تک آتے تھے۔ پولیٹیکل ایجنٹ جب بھوپال کا دورہ کریں تو انہیں ملنے ان کے گھر آتے تھے۔

آج کل کے دور میں ان میں سے کئی باتیں بے معنی معلوم ہوں لیکن اس دور کے ریاستی ماحول میں یہ باتیں خاص اہمیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ مناسب غور کرنے کے بعد برطانوی حکومت نے اس بات کو منظور کر لیا کہ صدیق حسن خان صاحب کو یہ سب مراعات دی جائیں۔ چنانچہ 17 دسمبر 1872ء کو پولیٹیکل ایجنٹ اس غرض کے لئے بھوپال آئے تاکہ صدیق حسن خان صاحب کو گورنر جنرل کی طرف سے نواب والا جاہ کا خطاب اور خلعت عطا کی جائے۔ اس غرض کے لئے دربار کے ہال میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

یہ خلعت صرف کپڑے کا ٹکڑا نہیں تھا اس کی قیمت اس دور میں دس ہزار روپے تھی۔ اس وقت اچھی خاصی جائیداد کی قیمت دس ہزار روپے تک ہوتی تھی۔ اس میں ہیروں کا ایک سارس، موتیوں کا ایک ہار، ایک سونے کے کام والا چوغہ اور سونے کے کام والے دوسرے کپڑے، سونے کی ایک تلوار اور میان، ایک ہاتھی اور چاندی کا ہودہ اور اس ہاتھی کے لئے سونے کا آرائشی سامان، ایک گھوڑا، اس کا سونے کا آرائشی سامان اور سونے کے کام والی کاٹھی اور دوسرا ساز و سامان شامل تھا۔ صدیق حسن خان صاحب نے یہ ساز و سامان بھوپال کے خزانے میں جمع کرا کر اس کی قیمت خزانے سے وصول کر لی۔

(Tajul-Ikbal Tarikh Bhopal, by Nawab Shah Jahan Begum, Translated by H.C.Barstow published by Calcutta Thanker Spink & Co. 1876, p 149-159)

یہ کتاب Google Books پر موجود ہے۔

پاکستان کے سابق سیکرٹری خارجہ شہریار خان صاحب کا تعلق بھوپال کے حکمران خاندان سے ہے۔ انہوں نے بھی بھوپال کی تاریخ پر ایک کتاب Begums of Bhopal لکھی ہے۔ انہوں نے اس وقت کے حکام کی خفیہ رپورٹوں کا بھی جائزہ لیا۔ اس میں سر لیپل گریفن کا ایک میمورنڈم بھی دریافت ہوا ہے جو کہ سیکرٹری آف سٹیٹ ہنری ڈیورنڈ کے نام لکھا گیا تھا۔ اس کے مطابق خود صدیق حسین خان صاحب نے انگریز حکام کو ایسی خبریں پہنچائیں کہ انگریز حکام نے خود شاہجہاں بیگم کو دوسری شادی کا مشورہ دیا۔

(The Begums of Bhopal, by Shaharyar M. Khan, published by Viva Books 2004, p124&125)

صدیق حسن خان صاحب کا عروج

بہر حال یہ مرحلہ تو گزر گیا۔ شاہجہاں بیگم نے بالآخر اپنے آپ کو ریاست کے عملی کاموں سے علیحدہ کر لیا اور نواب صدیق حسن خان صاحب ہی ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ گو کہ سرکاری طور پر افسران کے سامنے شاہجہاں بیگم یہی دعویٰ کرتی رہیں کہ وہی ریاست چلا رہی ہیں اور ان کے خاوند تو محض ان کی مدد کرتے ہیں۔ شاہجہاں بیگم کی پہلی شادی سے ایک بیٹی سلطان جہاں بیگم تھیں۔ جنہوں نے شاہجہاں بیگم کے بعد بھوپال کا حکمران بننا تھا۔ جب نواب صدیق حسن خان صاحب کا اثر و رسوخ بڑھا تو اس کے ساتھ پہلے ان کے اپنی سوتیلی بیٹی سے تعلقات کشیدہ ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ شاہجہاں بیگم کے اپنی بیٹی سے بھی تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ 1875ء تک نواب صدیق حسن خان صاحب نے اکثر اہم عہدوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے تھے اور اس تبدیلی میں انہوں نے اپنے پہلے خسر منشی جمال الدین صاحب کو بھی مدارالمہام کے عہدہ سے ہٹا دیا اور ان کا رسوخ بھی کم ہوتا گیا۔

لیکن ایک مرحلہ پر نواب صدیق حسن خان صاحب اور بھوپال کے سابقہ دور کی نمایاں شخصیات کے درمیان اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ سلطان جہاں بیگم اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھتی ہیں کہ بھوپال میں ایک دربار منعقد ہوا جس میں ریاست کے نمایاں رؤساء اور عہدیدار موجود تھے۔ اس میں خطاب کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھرپور انداز میں اپنی بیگم شاہجہاں بیگم کے دور حکومت اور برطانوی راج کی تعریف کی اور شاہجہاں بیگم کی والدہ سکندر بیگم کے دور حکومت کو جبر و استبداد کا دور قرار دیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے اپنی بیگم کے پہلے شوہر کے خاندان پر سازشیں تیار کرنے کے الزامات لگائے اور یہ بھی الزام لگایا کہ وہ ان کی سوتیلی بیٹی کے منگیتر کو بھی اپنی سازش کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔

(An account of My life, by Nawab Sultan Jehan Begum, published by John Murrey, Albemarley Street W. 1912, p93-94- present on Internet archives)

دسمبر 1881ء میں منشی جمال الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ سلطان جہاں بیگم اپنی خودنوشت سوانح حیات میں بیان کرتی ہیں کہ انہیں اپنے آخری دنوں میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے ہاتھوں بہت تکالیف اُٹھانی پڑی تھیں اور ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے صدیق حسن خان صاحب کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کروا کر ان کی ترقی کے راستے کھولے۔ اب مجموعی طور پر شاہجہاں بیگم امور ریاست سے تقریباً لاتعلق ہو چکی تھیں اور آہستہ آہستہ تمام اہم عہدوں پر نواب صدیق حسن خان صاحب کے مقرر کردہ اشخاص موجود تھے اور ریاست پر ان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ان پر ریاستی معاملات میں بے جا مداخلت کرنے اور بدانتظامی کے الزامات بھی لگائے جا رہے تھے۔

براہین احمدیہ چاک کرنے کا واقعہ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے پہلے براہین احمدیہ کے لئے مالی اعانت کے لئے تحریک فرمائی تھی تو نواب صدیق حسن خان صاحب نے جواب دیا تھا کہ اس کتاب کے دس پندرہ نسخے خرید لئے جائیں گے اور یہ وعدہ بھی نواب صدیق حسن خان صاحب کی حیثیت کے مطابق بالکل معمولی تھا۔ لیکن جب 1883ء میں انہیں براہین احمدیہ کی ایک جلد بھجوائی گئی تو انہوں کتاب چاک کر کے واپس بھجوا دی کہ اس قسم کی دینی مباحثات کی کتب کی اشاعت گورنمنٹ انگلشیہ کے منشاء کے مطابق نہیں ہے، اس لئے ریاست سے کسی مدد کی توقع نہ رکھیں۔ یہ ایک انتہائی ردعمل تھا۔ ایک انسان مخالف نظریات کی کتب بھی خرید لیتا ہے اور کتاب نہیں خریدنی تھی تو نہ خریدتے اسے خراب کرنے کی کیا ضرورت تھی، صرف کتاب واپس کر دینا ہی کافی تھا۔ اس بات کا جائزہ لینے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ 1883ء سے معاً قبل کیا واقعات پیش آ رہے تھے کہ یہ رویہ دکھایا گیا۔

1881ء میں نواب صدیق حسن خان صاحب کا ستارہ اپنے عروج پر تھا۔ اب ریاست بھوپال پر عملاً ان کا اقتدار تھا۔ ان کی بیگم نے تمام اختیارات ان کے ہاتھ میں دیئے ہوئے تھے۔ چونکہ نواب صدیق حسن خان صاحب صاحب علم آدمی تھے، اس لئے انہوں نے کئی کتب بھی تصنیف کی تھیں اور ان کی اشاعت ہندوستان سے باہر بھی کی گئی تھی۔ اس وجہ سے خاص طور پر اہل حدیث احباب میں ان کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان میں ایک کتاب مجموعہ خطب بھی تھی جن میں بہت سے پرانے خطبوں کو جمع کیا گیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، جن کے نواب صاحب سے قریبی تعلقات تھے، لکھتے ہیں کہ 21 مارچ 1881ء کو انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کرنل بینر من (Bannerman) نے نواب سے کہا کہ اس میں پرانا خطبہ ایسا بھی ہے جس سے جہاد کی ترغیب ظاہر ہوتی ہے۔ اس پر نواب صاحب نے اس کتاب کے نسخے منگوا کر ان کو پولیٹیکل ایجنٹ کے سامنے چاک کرا دیا اور یوں یہ معاملہ ختم ہو گیا اور پھر جب یہ کتاب دوبارہ مصر سے شائع ہوئی تو اس میں وہ خطبہ شامل نہیں تھا۔

(اشاعۃ السنہ نمبر 1 جلد 9 ص 12)

ممکن ہے کہ یہ بھی ایک وجہ ہو کہ جب ان کو 1883ء میں براہین احمدیہ کی جلد موصول ہوئی تو انہوں نے اسے چاک کر کے واپس کر دیا اور جس معمولی سی اعانت کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کی بجائے اس بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔

نواب صاحب کی مشکلات کا آغاز

وہ اپنے خیال میں اس طرح حکومت برطانیہ کی طرف سے کسی بھی شک کا امکان دور کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے کی ناراضگی مول لی اور پھر کیا واقعات وقوع پذیر ہوئے ہم ان کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ گو انہوں نے انگریز افسر کے سامنے اپنی کتب چاک تو کر دی تھیں لیکن یہ قدم بہت سے اعلیٰ افسران کو شکوک کو رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہوا اور انہوں نے نواب صاحب کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی شروع کر دی۔ ان اعلیٰ افسران کا خیال تھا کہ نواب صاحب لوگوں کو حکومت کے خلاف اکسا رہے ہیں۔ 1883ء میں نواب صاحب نے براہین احمدیہ کا نسخہ چاک کر کے واپس کیا تھا اور 1885ء تک صورت حال بگڑ کر یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اعلیٰ افسران کے درمیان یہ خط و کتابت پورے زور سے جاری تھی کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف کیا قدم اُٹھایا جائے اور انہیں ان کے لقب سے محروم کیا جائے اور ان پر بغاوت پر اکسانے کا مقدمہ چلایا جائے اور اگر وہ قصوروار ثابت ہوں تو انہیں بھوپال سے نکال کر انڈیمان کے جزیرہ منتقل کر دیا جائے گا۔ Sir Lepel Griffin خاص طور پر اس بات کی تائید کر رہے

تھے کہ نواب صاحب کے خلاف سخت قدم اُٹھانا چاہئے اور دوسری طرف وائسرائے Lord Dufferin نواب صاحب کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ بھوپال کے شاہی خاندان کی وفاداری ثابت شدہ ہے، اس لئے شاہجہاں بیگم کے وقار کے لئے انتہائی قدم سے گریز کیا جائے۔ اور سیکرٹری آف سٹیٹ Henry Durand بھی قدرے نرمی کے حق میں تھے۔

بہرحال سوچ بچار کے بعد سر لیپل گریفن بھوپال پہنچے۔ 27/اگست 1885ء کو بھوپال میں لیپل گریفن نے بیگم اور درباریوں کے سامنے وہ الزامات سنائے جو کہ نواب صدیق حسن خان صاحب پر لگائے جا رہے تھے۔ نواب صاحب وہاں موجود نہیں تھے۔ شاہجہاں بیگم نے ان الزامات کو غلط قرار دیا۔ اگلے روز سر لیپل گریفن نے نواب صدیق حسن خان صاحب اور ان کی بیگم کی موجودگی میں ان کی کتب کے وہ اقتباسات پڑھ کر سنائے جن کی بنا پر ان پر فرد جرم عائد کی جا رہی تھی۔ نواب صاحب نے یہ جواز پیش کیا کہ ان کی کتاب میں بعض خطبات غلطی سے شامل ہو گئے تھے اور دونوں میاں بیوی نے یقین دہانی کرائی کہ آئندہ سے نواب صاحب کی طرف سے ایسا کوئی مواد شائع نہیں ہوگا۔ سر لیپل گریفن نے وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ جلد حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں فیصلہ کیا جائے گا۔

نواب صاحب کی تنزلی اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعا

اس مرحلہ تک حکومت کے جاسوسی نظام نے ہندوستان سے باہر سے بھی شواہد اکٹھے کر لئے تھے۔ اکتوبر 1885ء میں سر لیپل گریفن واپس بھوپال آئے۔ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف فیصلہ سنانے آئے ہیں۔ سٹیشن پر بہت سے عام لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ سر لیپل گریفن نے دربار طلب کیا۔ سر لیپل گریفن دربار میں مسلح فوجیوں کے ہمراہ داخل ہوئے۔ دربار میں تناؤ کی کیفیت تھی۔ درباریوں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ اگر بھوپال کی بیگم کے خلاف کسی قدم کا اعلان کیا گیا تو وہ کسی انتہا تک بھی چلے جائیں گے۔ اس ماحول میں لیپل گریفن نے اپنی تقریر شروع کی اور اس تقریر کے آغاز میں شاہجہان بیگم کی کئی اصطلاحات کی تعریف کی۔ اس سے تناؤ کی کیفیت ختم ہوگئی۔ اور تقریر کے آخر میں انہوں نے صدیق حسن خان صاحب کے خلاف الزامات پڑھ کر سنائے اور یہ اعلان کیا کہ اب سے ان کے تمام القابات واپس لئے جاتے ہیں اور اب انہیں سلامی کا حق حاصل نہیں ہوگا اور وہ ریاست کے کسی کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن انہیں بھوپال میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی اور بھرے دربار میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے دو خاص عہدیداروں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔ اس وقت دربار میں صدیق حسن خان صاحب بھی موجود تھے اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے تیز تیز سانس لے رہے تھے۔ ریاست کا انتظام بھی عملاً شاہجہان بیگم سے لے کر حکومت کے مقرر کردہ عہدیداروں کے سپرد کیا گیا کہ جو اہم کام کیا جائے ان کے مشورہ سے کیا جائے۔

(The Begums of Bhopal, by Shaharyar M. Khan, Published by Viva Books 2004, p 130-136)

(An Account of My Life, by Nawab Sultan Jahan Begum, published By James Murray, Albemarle Street W. 1912, p 120-128, present on Internet Archives)

جب انہیں یہ ابتلاء پیش آیا تو نواب صدیق حسن خان صاحب نے عاجزی سے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت دعا کے لئے خط لکھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نواب صدیق حسن خان صاحب کا ذکر کرکے تحریر فرماتے ہیں:۔

''......آخر پکڑے گئے اور نواب ہونے سے معطل کئے گئے اور بڑی انکسار سے میری طرف خط لکھا کہ میں ان کے لئے دعا کروں تب میں نے اس کو قابل رحم سمجھ کر اس کے لئے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی۔ میں نے یہ اطلاع بذریعہ خط ان کو دے دی اور کئی اور لوگوں کو بھی جو ان دنوں میں مخالف تھے یہی اطلاع دی۔ چنانچہ منجملہ ان کے حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر حال پنشنر ساکن امرتسر اور مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں۔ آخر کچھ مدت کے بعد ان کی نسبت گورنمنٹ کا حکم آ گیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب قائم رہے۔ گویا سمجھا گیا کہ جو کچھ اس نے بیان کیا ایک مذہبی پورانا خیال ہے جو ان کے دل میں تھا بغاوت کی نیت نہیں تھی''۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن 22 ص 470)

مسلمانوں کے اخبارات کا رویہ

اس بارے میں یہ تجزیہ ضروری ہے کہ جب نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف اس سزا کا اعلان کیا گیا تو اس وقت اس بارے میں کیا ردعمل سامنے آیا اور کیا اس بات کا کوئی امکان تھا کہ ان کے متعلق مزید کوئی قدم اٹھایا جائے گا جس سے ان کی عزت کو کوئی خطرہ لاحق ہوگا؟ اور پھر کیا اس مزید انتہائی قدم کا خطرہ ٹل گیا تھا۔ اب جب کہ اس دور کی کئی خفیہ دستاویزات منظر عام پر آ چکی ہیں، ہم اس معاملہ میں پہلے کی نسبت بہتر رائے قائم کر سکتے ہیں۔

اب تک تو سر لیپل گریفن ہی نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف تھے لیکن جب یہ خبریں عام ہوئی تو بہت مسلمان اخبارات بھی نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف میدان میں اُتر آئے۔ انہوں نے حکومت سے یہ مطالبہ کرنا شروع کیا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کو پھانسی دی جائے یا پھر جلاوطن کر کے رنگون بھجوا دیا جائے۔ حکومت کی طرف سے تو نواب صاحب پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر اُکسایا ہے۔ مسلمان اخباروں نے ان پر یہ الزام بھی لگانے شروع کیے کہ انہوں نے بھوپال میں آٹھ یا نو آدمیوں کو قتل کرایا ہے اور ایک شخص محمد دین کے ذریعہ مہدی سوڈانی کو مدد بھجوائی ہے۔ (اس وقت سوڈان میں محمد احمد نام کے ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہوا تھا)

ان حالات میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں نواب صاحب کے دفاع کا آغاز کیا۔ انہوں نے لکھا کہ یہ شخص محمد دین لاہور میں گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہ نواب صاحب کا جانی دشمن تھا۔ حکومت اس شخص سے سوالات کر کے حقیقت معلوم کر سکتی ہے اور ایک شمارے میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا:

''نواب صاحب نے جنگ افغانستان میں ریاست بھوپال سے فوج بھجوائی۔ یہ بات اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے اور سرکاری کاغذات میں بھی موجود ہے جنگ سوڈان کے وقت مہدی سے مقابلہ کے لئے فوج و مدد دینے کو کمال خلوص سے مستعدی ظاہر کی جس پر نائب السلطنت و گورنر جنرل کی طرف سے مراسلت شکریہ کی تھیلی ریاست کے نام پہنچی''۔ (اشاعۃ السنہ نمبر 8 جلد 8 ص 225,224)

اس وقت خود مسلمان اخبارات نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف اتنے سرگرم تھے کہ باوجود اس کے کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ انگریز افسران میں سر لیپل گریفن سب سے زیادہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے خلاف ہیں، مولوی محمد حسن بٹالوی صاحب کو یہ لکھنا پڑا۔

''...... اپنے مہربان وائسرائے لارڈ ڈفرن بالقابہ اور اپنے ملک پنجاب کے قدیم مربی سر لیپل گریفن کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ازراہ ترحم ہمارے نواب صاحب کو اس درجہ سزا تک نہیں پہنچایا جس درجہ تک ہمارے بھائیوں نے ان کا پہنچانا تجویز کیا تھا''۔

(اشاعۃ السنہ نمبر 1 جلد 9 صفحہ 1 تا 72)

خدا کی قدرت ہے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے دفاع میں سب سے زیادہ کوششیں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کر رہے تھے لیکن ان کو بھی ان کا دفاع کرتے ہوئے نواب صاحب کی تحریر پر اعتراض کرنے پڑے اور یہ لکھ کر ان کی تحریر پر تنقید کرنی پڑی کہ ان کی تحریر میں مختلف کتب سے نقل کر کے مواد شامل کیا گیا ہے اور ان کی تحریر میں تحقیق نہیں پائی جاتی۔ وہ لکھتے ہیں:

''...... نواب صاحب کو اپنے تصانیف میں تحقیق و تدقیق کا التزام نہیں ہے صرف جمع و تالیف ان کو پیش نظر رہتی ہے۔ لہٰذا وہ ہر قسم کے مسائل کو محقق ہوں یا غیر محقق مناسب و ضروری ہوں خواہ غیر مناسب و غیر ضروری اپنی کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ یہ امر صرف انہی مسائل میں نہیں پایا جاتا جن کو گورنمنٹ سے تعلق ہے بلکہ بعض مذہبی و علمی مسائل میں بھی ان کا یہی حال ہے''۔

(اشاعۃ السنہ نمبر 1 جلد 9 صفحہ 15)

کیا مزید ابتلاؤں کا اندیشہ تھا؟

یہ تو اخباروں میں ہونے والی مخالفت تھی۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نواب صدیق حسن خان صاحب سے نواب کا خطاب واپس لے لیا گیا تو کیا حکومت کا ایسا کوئی ارادہ تھا کہ ان کے خلاف کوئی مزید قدم اٹھائے جس سے ان کی عزت کو خطرہ لاحق ہو۔ اب جو ریکارڈ شائع ہوا ہے اس میں سر لیپل گریفن اور شاہجہاں بیگم کی آخری ملاقات کی روئیداد بھی شامل ہے۔ یہ ملاقات 21 جنوری 1888ء کو بھوپال کے ایک محل ''تاج محل'' میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد سر لیپل گریفن کا تبادلہ ہو گیا تھا۔ اس ملاقات میں سر لیپل گریفن نے یہ الزام لگایا تھا کہ بیگم کی طرف سے انگریز افسران کو رشوت دینے کی کوشش کی گئی ہے اور صاف کہا تھا کہ وہ گورنمنٹ میں رپورٹ کریں گے اور صدیق حسن خان صاحب کو بھوپال سے نکال دیا جائے گا لیکن شاہجہاں بیگم کو وہاں پر رہنے کی اجازت ہوگی۔

(THE BEGUMS OF BHOPAL, BY SHAHARYAR KHAN, PUBLISHED BY VIVA BOOKS 2004, P250)

اس ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1888ء تک بھی ابتدائی سزا کے بعد بات ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس بات کا واضح عندیہ دیا جا رہا تھا کہ صدیق حسن خان صاحب کے خلاف مزید اقدامات اٹھائے جائیں گے جن سے صدیق حسن خان صاحب کی عزت کو شدید خطرہ لاحق ہو گا۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا کہ ''سرکوبی سے اس کی عزت بچائی جائے گی''۔

صدیق حسن خان صاحب اور شاہجہاں بیگم کو اس بات کا شدید قلق تھا کہ حکومت نے ان سے نواب کا خطاب واپس لے لیا ہے۔ 1885ء اور 1890ء کے درمیان شاہجہاں بیگم نے بار بار کوشش کی کہ حکومت اپنا فیصلہ واپس لے لے۔ جب بھی کسی اہم عہدے پر کوئی نیا شخص فائز ہوتا تو وہ اس سے ملاقات کر کے اس منسوخی کے لئے از سر نو کوشش کرتیں۔ لیکن حکومتی اہلکار اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک سے ایسے بہت سے شواہد اکٹھے کر لئے جن سے صدیق

حسن خان صاحب پر لگے ہوئے الزامات کی تائید ہوتی تھی۔ یہ شواہد برما، سوڈان، یمن، ترکی وغیرہ سے جمع کئے گئے تھے۔1887ء میں حکومت کی طرف سے سرلیپل گریفن کو ہدایات کی گئی کہ وہ ایک مرتبہ پھر بھوپال جا کر یہ شواہد شاہجہاں بیگم اور صدیق حسن خان صاحب کے سامنے رکھیں۔ سرلیپل گریفن نے یہ شواہد انہیں سنائے لیکن شاہجہاں بیگم نے ایک مرتبہ پھر ان کی صحت سے انکار کیا۔ نئے شواہد سامنے آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ صدیق حسن خان صاحب کے خلاف مزید اقدامات اٹھائے جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بنی کہ سرلیپل گریفن کا تبادلہ ہو گیا اور ان کی جگہ ریذیڈنٹ کے عہدہ پر Francis Henvey مقرر ہوئے۔ صدیق حسن خان صاحب کے بارے میں نئے ریذیڈنٹ کا رویہ نسبتاً نرم تھا۔ انہوں نے لکھا کہ صدیق حسن خان صاحب کی تحریر نظریاتی نوعیت کی تھیں اور ان کی بغاوت کی نیت نہیں تھی۔

صدیق حسن خان صاحب کا انتقال اور خطاب کی بحالی

ایک طرف تو یہ کوششیں جاری تھیں کہ کسی طرح حکومت صدیق حسن خان صاحب کا خطاب بحال کر دے اور ان کے خلاف مزید کارروائی نہ کی جائے اور دوسری طرف صدیق حسن خان صاحب کی بیماری شدت اختیار کر رہی تھی۔1890ء تک یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ان کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ ان کو جگر کی بیماری تھی۔ 26 مئی 1890 کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد بھی شاہجہاں بیگم نے ان کے خلاف اقدامات واپس لینے کی کاوشیں جاری رکھیں۔ وائسرائے نے صدیق حسن خان صاحب کی وفات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کا نواب کا خطاب دوبارہ بحال کر دیا جائے اور ریاستی اقتدار بھی مکمل طور پر شاہجہاں بیگم کو بحال کر دیا گیا۔

(THE BEGUMS OF BHOPAL, BY SHAHARYAR KHAN, PUBLISHED BY VIVA BOOKS 2004, P241-242)

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ کرایا تھا اور انہوں نے یمن سے حدیث کا ایک عالم منگوایا تھا اور صحیح بخاری کا درس جاری کروایا تھا اور لوگوں میں حدیث کا علم رائج کرنے کے لئے اس درس میں شریک ہونے والوں کو بارہ چودہ روپے ماہوار ملا کرتے تھے۔ ان کے بیٹے اور منشی جمال الدین صاحب کے نواسے نور الحسن صاحب کا ایک وسیع کتب خانہ بھی تھا اور 1899ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے بعض نادر کتب یہاں سے نقل کرنے کے لئے حضرت مولوی غلام نبی صاحب کو بھوپال بھجوایا تھا۔ (حیات نور ص 241)

LOVE FOR ALL

صبر ہے ظلم و ستم کی ڈھال
جوش میں اپنے ہوش سنبھال
لو فار آل، لو فار آل
لو فار آل، لو فار آل

گورا کالا رنگ نہ دیکھ ذات پات کے سنگ نہ دیکھ
یکساں ہیں انسان سبھی اونچ نیچ کے ڈھنگ نہ دیکھ
اک آدم کی سب ہیں آل
لو فار آل، لو فار آل

گالیاں سن کے دعائیں دے اور بھرپور وفائیں دے
آیا ہے موعود مسیح چاروں سمت صدائیں دے
ماضی سے ہے بڑھ کر حال
لو فار آل، لو فار آل

پیار سے دنیا رام ہوئی نفرت زیر دام ہوئی
کندن بن کر چمکے ہم مشق ستم ناکام ہوئی
ہم نے دکھایا ایک کمال
لو فار آل، لو فار آل

تیری مہما گیتا گائے متریا گوتم کی یہ رائے
کہت کبیر سنو بھئی نانک پریم کی مرلی رام بجائے
جے جے اے روز گوپال
لو فار آل، لو فار آل

رنج و غم و آلام کے دن کٹ گئے غم کی شام کے دن
تیرے جیتے جی آئیں گے غلبہ ایمان کے دن
ابھی سے کر لے استقبال
لو فار آل، لو فار آل

ہم نے دیکھا اسم اعظم دنیا پر ہے دین مقدم
ہر مذہب یہ درس سکھائے بھائی بھائی ابن آدم
بھائیوں میں رنجش نہ ڈال
لو فار آل، لو فار آل

ابن آدم

آپ ہمارے پڑوسی ہیں

قادیان میں ایک صاحب ڈاکٹر گوربخش سنگھ تھے۔ وہ جماعت سے عناد رکھتے تھے اور سلسلہ کی برملا مخالفت کیا کرتے تھے بلکہ سرخیل معاندین تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

''میری بھانجی ایف۔اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم۔اے ہیں میرے ان کے والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبدالسلام صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ ماسٹر صاحب فرمانے لگے میرا بیٹا عبدالسلام واقف زندگی ہے اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے تحت حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ ان دنوں میں میں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبدالسلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا تو مجبوراً میں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبدالسلام صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مکرم عبدالسلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس روپے لے کر عبدالسلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ میں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضے کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرا دی اور رقم مجھے واپس کر دی''۔

(الفضل 17 فروری 2004ء)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

نکاح وشادی

مکرم عبدالنور عابد صاحب مربی سلسلہ کینیڈا تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی ہمشیرہ مکرمہ لائبہ ہما صاحبہ بنت مکرم عبدالغفور مبشر صاحب کی شادی مکرم اسامہ احمد صاحب ابن مکرم عزیز احمد صاحب کراچی سے مورخہ 23 نومبر 2014ء کو ٹونڈل بینکویٹ ہال ربوہ میں منعقد ہوئی۔ اعلان نکاح مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب ناظر دعوت الی اللہ نے 10 ہزار امریکن ڈالرز حق مہر پر کیا اور دعا مکرم خالد احمد شاہ صاحب ناظر مال خرچ نے کرائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں خاندانوں کیلئے یہ رشتہ مبارک فرمائے، ہر طرح کی خوشی اور کامرانی انہیں نصیب ہو، انہیں نیک و خادم دین اولاد سے نوازے اور ہر آن اپنے فضلوں کی بارشیں فرماتا رہے۔ آمین

ولادت

مکرم رفیع اللہ احمد صاحب کارکن دفتر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو مورخہ یکم دسمبر 2014ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ جو وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت عطاء الشافی نام عطا فرمایا ہے۔ نومولود حضرت چوہدری مولا بخش صاحب نمبردار چک 35 جنوبی ضلع سرگودھا رفیق حضرت اقدس مسیح موعود کی نسل سے ہے۔ مکرم پروفیسر چوہدری عطاء اللہ صاحب مرحوم سابق نائب ناظر مال آمد کا پوتا اور مکرم مبارک احمد تنویر صاحب انسپکٹر مال آمد کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو صحت و عافیت والی لمبی عمر والا، نیک، خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم رانا سلطان احمد خان صاحب مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی ہمشیرہ محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم رانا عبدالمجید خان صاحب سابق زعیم مجلس انصاراللہ باب الابواب ربوہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں داخل ہیں۔ ڈائیلیسز ہو رہے ہیں۔ خون کی کمی اور کمزوری کافی ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ مولیٰ کریم ان کو صحت کاملہ و عاجلہ دے اور ہر قسم کی پریشانی اور پیچیدگی سے محفوظ رکھے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم طارق محمود راشد صاحب وائس پریذیڈنٹ نیشنل بینک آف پاکستان تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد محترم عبدالماجد خان امجد صاحب ابن مکرم مولوی عبدالواحد احمدی صاحب معلم اصلاح وارشاد مرکزیہ مورخہ 18 دسمبر 2014ء کو 77 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ کی نماز جنازہ اسی دن نماز عشاء کے بعد مکرم منور احمد صاحب مربی ضلع ڈیرہ غازی خان نے پڑھائی اور احمدیہ قبرستان ڈیرہ غازی خان میں تدفین کے بعد دعا بھی مربی صاحب نے ہی کروائی۔ آپ موصی تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 1936ء میں ہوا۔ جب آپ کے والد محترم نوجوانی میں سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ آپ نے 1976ء میں ضلع ڈیرہ غازیخان میں اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت پائی۔ آپ کو بطور قائد مجلس خدام الاحمدیہ، صدر جماعت ڈیرہ غازیخان اور امیر جماعت ضلع ڈیرہ غازی خان خدمات دینیہ انجام دینے کی توفیق ملی۔ MTA کی سرائیکی نشریات میں مختلف عناوین پر متعدد پروگرام کئے۔ آپ ایک بااصول انسان تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے اور سلسلہ اور خلافت احمدیہ سے اخلاص ووفا اور جاں نثاری کا رشتہ رکھتے تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی نہ صرف بروقت کرتے تھے بلکہ آپ بجٹ سے بڑھ کر ادا کرنے والوں کی صف میں شامل تھے۔ آپ کا تعلق تعلیم و تدریس سے تھا۔ آپ ایم اے، ایم ایڈ (M.A, M.Ed) تھے۔ آپ کو اردو، فارسی، انگلش اور سرائیکی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ کتب بینی میں آپ خاص شغف رکھتے تھے۔ جماعتی اخبارات و رسائل بھی باقاعدہ زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ آپ کی پوری زندگی محنت، جفاکشی اور جہد مسلسل سے تعبیر تھی۔ اسی وصف کے طفیل آپ نے اپنے محدود اور ناکافی وسائل کے باوجود اپنے تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ سینکڑوں غیر از جماعت شاگرد اور دوست ان سے پیار کرتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی محترم پروفیسر عبدالباسط خان صاحب بطور امیر ضلع ڈیرہ غازی خان خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور تین بیٹے خاکسار، مکرم صادق محمود ساجد صاحب پاکستان نیوی اور مکرم ناصر محمود خالد صاحب انسپکٹر پنجاب پولیس یادگار چھوڑے ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے مرحوم کو غریق رحمت کرے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا ہر لحاظ سے خود حامی وناصر ہو۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم چوہدری محمد افضل مانگٹ صاحب ابن مکرم چوہدری نصراللہ خان مانگٹ صاحب مرحوم اونچہ مانگٹ ضلع حافظ آباد حال دارالعلوم غربی صادق ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری کزن محترمہ صفیہ شوکت صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری شوکت حیات مانگٹ صاحب صدر جماعت احمدیہ اونچہ مانگٹ ضلع حافظ آباد مورخہ 2 دسمبر 2014ء کو بعمر 50 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ آپ پیدائشی احمدی اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ کی نماز جنازہ احاطہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں مورخہ 4 دسمبر کو مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم محمد ارشاد انور صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم خرم شہزاد مانگٹ صاحب امریکہ اور مکرم عدنان شہزاد مانگٹ صاحب لاہور چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم احسان اللہ چیمہ صاحب پی آئی اے ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد مکرم چوہدری غلام رسول چیمہ صاحب چک مراد 141 ضلع بہاولنگر مورخہ 8 نومبر 2014ء کو لاہور میں 94 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ موصی تھے۔ جنازہ ربوہ لایا گیا مورخہ 9 نومبر کو بیت المبارک میں آپ کی نماز جنازہ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم بشارت احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے دعا کروائی۔ آپ کو 1947ء سے 1954ء تک حفاظت قادیان اور دوسرے دفاتر میں بطور درویش جماعتی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ آپ منکسر المزاج، اطاعت گزار، مہمان نواز اور خوش اخلاق تھے۔ جماعتی چندوں اور ہمدردی مخلوق میں پیش پیش رہتے تھے۔ فیکٹری ایریا اور دارالرحمت شرقی ربوہ میں بطور سیکرٹری وقف جدید، تحریک جدید اور رشتہ ناطہ بھی خدمت کی توفیق پائی۔ الفضل ورسائل اور روحانی خزائن زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ آپ نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے خاکسار، مکرم امان اللہ چیمہ صاحب امریکہ اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مورخہ 4 دسمبر کو آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ٹڈیاں۔ حیرت انگیز نظام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

چھوٹے چھوٹے پرندے یہاں کے ٹڈیاں وغیرہ یہ کئی ہزار میل چلتی ہیں اور ان کو پتہ ہے کہاں جانا ہے ہمیشہ وہیں نکلیں گی۔ جس Oasis میں انہوں نے بسیرا کرنا ہے کچھ دیر کے لئے بڑے بڑے ریگستان کے سفر طے کرتی ہیں یہ چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں اور جس Oasis میں کبھی جا کے ٹھہری تھیں وہاں جو آدمی Watch کرے ان کو پہنا دیا جائے نشان وغیرہ تو عین اسی جگہ واپسی پر بھی قدم رکھ کر پھر گزریں گی آگے اور اگلے سال پھر اسی Oasis میں جا کر اپنا بسیرا کر کے جو غذا وہاں ملتی ہے کھا کر پیٹ بھر کے اگلے سفر کی تیاری۔ ہر سفر سے پہلے کچھ پیٹ بھرتی ہیں اور چونکہ سردیوں میں ان کو جہاں غذا کم ملتی ہے بعض ایسی ہیں جن کو سردیوں میں یہاں غذا ملتی ہے جو گرمیوں میں سفر شروع کرتی ہیں۔ ان پہ سردیوں میں چربی چڑھ چکی ہوتی ہے وہ پھر ساری پگھل جاتی ہے رستے میں ٹھہرتی ہیں تھوڑا سا Refill کرنا پڑتا ہے لیکن جو وقت ہے اس کا بھی ان کو پتہ ہے اس سے زیادہ ہم نے یہاں نہیں ٹھہرنا یہ نہیں کہ وہاں ٹھہر ہی جائیں اگر چوبیس گھنٹے کا سٹاپ ملا ہوا ہے ان کو ادھر تو چوبیس گھنٹے کے اندر ضرور چل پڑیں گی چاہے رستے میں بھوک سے نڈھال ہو کے مر مر کے گرنا شروع ہو جائیں لیکن چلنا ضرور ہے وہ جو کلاک ہے وہ اپنا کام کرتا ہے تو یہ ساری باتیں ہومیوپیتھک طریق پہ یقین بڑھانے کے لئے ضروری ہیں اور اس لئے ضروری ہیں کہ یہ ہومیوپیتھک کوئی اتفاقی حادثہ یا کوئی تماشا نہیں ہے بلکہ اس خدا کی طرف سے ایک نظام جاری ہے جس نے یہ ساری چیزیں بنائیں۔ جس نے ایسا باریک نظام بنا کے رکھا ہوا ہے اس نے رسائی کا نظام ضرور کوئی بنایا ہوگا ورنہ یہ عجیب بات لگتی ہے کہ اتنا حیرت انگیز نظام دفن کر دیا اور اس سے استفادے کا کوئی نظام نہ بنایا ہو پس یہ ہومیوپیتھی یہ ایک قسم کی الہامی ہے جو اس دور میں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے جاری کی ہے تو آپ نے پیغام صحیح دینا ہے پھر اللہ نے چاہا تو باقی کام جسم کرے گا۔

(ہومیو کلاس 104، الفضل 18 فروری 1997ء)

ایم ٹی اے کے پروگرام

15 جنوری 2015ء

12:20 am	فرنچ سروس
1:20 am	دینی وفقہی مسائل
2:00 am	کڈز ٹائم
2:45 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 27 مارچ 2009ء
4:00 am	انتخاب سخن
5:05 am	عالمی خبریں
5:25 am	تلاوت قرآن کریم
5:50 am	الترتیل
6:30 am	انصاراللہ یو کے اجتماع 3۔اکتوبر 2010ء
7:20 am	دینی وفقہی مسائل
8:00 am	ایم ٹی اے ورائٹی
8:45 am	فیتھ میٹرز
9:55 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم درس سیرت النبی ﷺ
11:40 am	یسرنا القرآن
12:10 pm	پیس کانفرنس
1:40 pm	آداب زندگی
2:10 pm	ترجمۃ القرآن کلاس 4 فروری 1998ء
3:10 pm	انڈونیشین سروس
4:10 pm	جاپانی سروس
5:10 pm	تلاوت قرآن کریم
5:30 pm	سیرت النبی ﷺ
6:10 pm	یسرنا القرآن
6:40 pm	آداب زندگی
7:30 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 27 مارچ 2009ء
8:40 pm	سیرت النبی ﷺ
9:10 pm	الف اردو
9:30 pm	Persian Service
10:10 pm	ترجمۃ القرآن کلاس 4 فروری 1998ء
11:10 pm	یسرنا القرآن
11:30 pm	عالمی خبریں

تیز ترین جیٹ طیارے

جیٹ طیاروں میں انتہائی طاقتور جیٹ انجن نصب ہوتے ہیں اور یہ ہوائی جہاز کے مقابلے میں انتہائی تیز رفتار بھی ہوتے ہیں۔ان کی تیز رفتاری کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ یہ آپ کی آواز کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ تیز رفتار ہوتے ہیں۔ جیٹ طیاروں کا نظریہ سب سے پہلے دوانجینئر، برطانیہ سے تعلق رکھنے والے فرینک ویٹل اور جرمنی کے ہینز دان نے پیش کیا۔

(1) F-111 اردوارک

یہ جیٹ طیارہ 1960ء میں امریکہ نے تیار کیا اورآسٹریلیا کی ائیرفورس کے زیر استعمال ہے۔اس کی حدرفتار 1903 میل فی گھنٹہ ہے۔اس طیارے کی رفتار آواز کی رفتار سے 2.5 گنا زیادہ ہے۔

(2) مگ 31 فاکس ہاؤنڈ

روس کا تیار کردہ یہ طیارہ ایک جدید ماڈل ہے۔ اس کی حدرفتار 1960 میل فی گھنٹہ ہے اور یہ آواز کی رفتار سے 2.83 گنا زیادہ بنتی ہے۔

(3) F-15 ایگل

یہ طیارہ امریکہ نے تیار کیا اور اس کی حدرفتار 1903 میل فی گھنٹہ ہے جوکہ آواز کی رفتار سے 2.5 گنا زیادہ بنتی ہے۔

(4) XB-70 ولکائر

اس طیارے کی حدرفتار 2360 میل فی گھنٹہ ہے اور اسے بھی امریکہ نے ہی تیار کیا ہے ۔اس طیارے کی رفتار آواز کی رفتار سے 3.1 گنا زیادہ ہے۔

(5) بل X-2 سٹاربسٹر

تاریخ کے اس کامیاب ترین طیارے کے ساتھ ایک افسردہ پہلو بھی جڑا ہے۔نومبر 1955ء میں اس امریکی طیارے کو جس پائلٹ نے تجربے کے حوالے سے پہلی مرتبہ اڑایا وہ اسے 2300 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھی زائد پر لے جانے پر کامیاب تو ہوگیا لیکن اس تیز رفتاری کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی۔

(6) مگ 25 فوکس بیٹ

روس کا تیار کردہ یہ طیارہ 80 ہزار فٹ کی بلندی پر جاکر بھی اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ جاری رکھتا ہے۔اس طیارے کی حدرفتار 2436 میل فی گھنٹہ ہے جوکہ آواز کی رفتار سے 3.2 گنا زیادہ بنتی ہے۔

(7) SR-7 بلیک برڈ

یہ طیارہ 1960ء میں امریکہ نے تیار کیا اور یہ U-2 کا اپ گریڈ ورژن ہے۔ یہ ایک لاکھ فٹ کی بلندی پر اڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس طیارے کی حدرفتار 2664 میل فی گھنٹہ ہے جوکہ آواز کی رفتار سے تین گنا زیادہ بنتی ہے۔

(8) X-15

اس طیارے کی حدرفتار 5115 میل فی گھنٹہ ہے اور یہ دنیا کا تیسرا تیز رفتار جیٹ طیارہ ہے۔ یہ طیارہ 354,330 فٹ کی بلندی پر پرواز کرسکتا ہے جبکہ اس طیارے کی رفتار آواز کی رفتار سے 6.72 گنا زیادہ ہوتی ہے۔

(9) X-43A

امریکہ کے تیار کردہ اس طیارے کی حدرفتار 7460 میل فی گھنٹہ ہے یہ رفتار آواز کی رفتار سے 9.8 گنا زیادہ بنتی ہے۔

(10) اسپیس شٹل

دنیا کا سب سے تیز رفتار جہاز ہونے کا اعزاز اس اسپیس شٹل کو حاصل ہے۔اس جہاز میں ایک بیرونی ٹینک بھی نصب ہوتا ہے۔اس جہاز کی رفتار 15224 میل فی گھنٹہ سے بھی زائد ہوتی ہے جوکہ آواز کی رفتار سے 20 گنا زائد بنتی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس 22/اکتوبر 2014ء)

☆............☆............☆

زیتون کا تیل دل کے لئے مفید

لندن میں ایک تحقیق کے مطابق زیتون کے تیل کا استعمال نہ صرف دل کی بیماریوں سے بچاتا ہے بلکہ اُسے تندرست بھی رکھتا ہے۔ نیز اس کے تیل کے استعمال سے دل کی شریانیں زیادہ بہتر طور پر کام کرتی ہیں اور اس کے مسلسل استعمال سے دل کا دورہ پڑنے کا خطرہ بہت کم ہوجاتا ہے۔

(اُردو ٹائمز 24 نومبر 2014ء)

ربوہ میں طلوع وغروب۔3 جنوری

طلوع فجر	5:42
طلوع آفتاب	7:07
زوال آفتاب	12:13
غروب آفتاب	5:19

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

3 جنوری 2015ء

2:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2015ء
3:20 am	راہ ہدیٰ
6:05 am	ناگویا میں استقبالیہ تقریب
7:10 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2015ء
8:20 am	راہ ہدیٰ
9:55 am	لقاء مع العرب
11:10 am	حضور انور کا جلسہ سالانہ قادیان سے اختتامی خطاب 28 دسمبر 2014ء
2:15 pm	سوال وجواب 16 فروری 1997ء
4:05 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2015ء
6:00 pm	انتخاب سخن Live
9:00 pm	راہ ہدیٰ Live
11:25 pm	جلسہ سالانہ قادیان 28 دسمبر 2014ء

احباب جماعت کو نیا سال مبارک ہو

فیصل کراکری اینڈ الیکٹرونکس

واشنگ مشین، ڈرائر مشین، کوکنگ رینج کی مکمل ورائٹی نہایت مناسب ریٹ پر دستیاب ہے۔ نیز پرانی مشین کے بدلہ میں نئی حاصل کریں۔

ریلوے روڈ ربوہ: 0323-9070236

فاتح جیولرز

www.fatehjewellers.com

Email:fatehjeweller@gmail.com

ربوہ فون نمبر: 0476216109

موبائل 0333-6707165

FR-10

خدمت اور شفاء کے 100 سال 1911ء سے 2011ء

ہر ماہ کی 5-4-3 تاریخ کو	فیصل آباد	عقب دھوبی گھاٹ گلی نمبر 9/1 مکان نمبر P-234 فیصل آباد فون: 041-2622223 موبائل: 0300-6451011
ہر ماہ کی 7-6 تاریخ کو	ربوہ	(چناب نگر) دکان اقصیٰ چوک مکان نمبر P-7/C رحمان کالونی ربوہ ضلع جھنگ فون: 047-6212755,6212855 موبائل: 0300-6451011
ہر ماہ کی 12-11-10 تاریخ کو	راولپنڈی	NW-741 دوکان نمبر 1 کالی ٹینکی نزد ظہور الٹرا ساؤنڈ سید پور روڈ راولپنڈی فون: 051-4410945 موبائل: 0300-6408280
ہر ماہ کی 17-16-15 تاریخ کو	سرگودھا	49 ٹیل مدنی ٹاؤن نزد سیکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن فیصل آباد روڈ سرگودھا فون: 048-3214338 موبائل: 0300-6451011
ہر ماہ کی 20-19-18 تاریخ کو	لاہور	شاپ نمبر 4 بلاک 47/A قیصر پارک بالمقابل گرڈ اسٹیشن گلشن راوی روڈ لاہور فون: 042-7411903 موبائل: 0302-6644388
ہر ماہ کی 24-23 تاریخ کو	ہارون آباد	ضیا شہید روڈ ہارون آباد ضلع بہاولنگر فون: 063-2250612 موبائل: 0300-9644528
ہر ماہ کی 27-26-25 تاریخ کو	ملتان	حضوری باغ روڈ نزد پرانی کوتوالی گھنٹہ گھر ملتان فون 061-4542502 موبائل: 0300-9644528

ماہانہ پروگرام حسب ذیل ہے

عورتوں، مردوں اور بچوں کے مشہور معالج

خداوند کریم کی رحمت سے 100 سال کے عرصہ سے لاکھوں مایوس مریضوں کو صحت یاب کرکے دعائیں حاصل کر رہا ہے

حکیم عبدالحمید اعوان (مرحوم)

چشمہ فیض

مطب حمید کا مشہور دواخانہ

ہیڈ آفس مطب حمید پنڈی بائی پاس نزد شیل پٹرول پمپ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

Tel:055-3891024, 3892571. Fax:+92-55-3894271 E-mail:matabhameed@live.com

سب آفس مطب حمید گرین بلڈنگ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

Tel: 055-4219065, 055-4218534 E-mail: matabhameed@hotmail.com